Online Edition

جمعرات 28 جنوری 2021ء | 14 جمادی الثانی 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:24

ارشادِ باری تعالیٰ

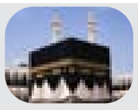

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا۔ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا۔

(بنی اسرائیل: ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت اویس قرنی کا واقعہ بیان ہوا ہے اس کے بارہ میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ کہ بعض لوگ اس واقعہ کو غلط رنگ میں اپنی اپنی دلیل دینے لگ جاتے ہیں کہ اگر کہو کہ فلاں دینی کام ہے یا جماعتی ضرورت ہے کچھ وقت دے دو تو والدین کی خدمت کا بہانہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ اپنے دنیاوی کام اسی طرح کر رہے ہوتے ہیں۔ کئی کئی دن والدین کی خبر بھی نہیں لے رہے ہوتے۔ اور جب اپنی دنیاوی ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ وقت مل جاتا ہے تو پھر والدہ کے پاس بیٹھ کر اپنے خیال میں خدمت انجام دے رہے ہوتے ہیں۔ تو یہاں تو یہ ذکر ہے کہ اویس قرنی تو ہر وقت اپنی والدہ کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ ہر وقت اسی خدمت پر کمر بستہ ہوتے تھے۔ ان کو تو دنیاوی کاموں کی ہوش ہی نہیں تھا کیونکہ ان کے تو اونٹ وغیرہ چرانے اور دوسرے جانور جو تھے ان کا کام بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہوا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ میرے کام تو فرشتے کرتے ہیں۔ تو یہ نہیں کہ دنیاوی کاموں کے لئے تو ہمارے پاس وقت ہو اور جب دین کے کام کے لئے ضرورت ہو تو اویس قرنی کی

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- دل دعا اور دکھ دیا نہ ہوا (منظوم)
- تعارف سورۃ الجاثیہ (45 ویں سورۃ)
- حضرت ڈاکٹر یعقوب خان صاحب رضی اللہ عنہ۔ جہلم
- استاذی المحترم حضرت سید میر داؤد احمد صاحب

فرمانِ رسول ﷺ

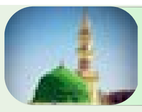

رضاعی والدہ سے حسن سلوک

حضرت ابوطفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو مقام جِعرانہ میں دیکھا۔ آپؐ گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس دوران ایک عورت آئی تو حضورؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی اور وہ عورت اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہے جس کی حضورؐ اس قدر عزت افزائی فرما رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آنحضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں۔

(ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی بر الوالدین)

ایک روایت ہے آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ مکہ آئیں اور حضور سے مل کر قحط اور مویشیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ سے مشورہ کیا اور رضاعی ماں کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ مال سے لدا ہوا دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ 113 مطبوعہ بیروت 1960)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

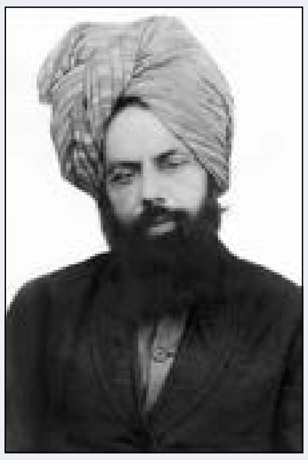

دو اشخاص کو سلام پہنچانے کی وصیت

جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹)

پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنیؓ کے لئے بسا اوقات رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ موجود ہیں، مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی۔ یا اویسؓ کو یا مسیحؑ کو۔ یہ ایک عجیب بات ہے، جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے کو گئے، تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی۔ ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چوہڑے چمار بھی کم لیتے ہونگے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا، تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونے سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے۔

’’میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے، ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔‘‘

(ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 195، ایڈیشن 1988)

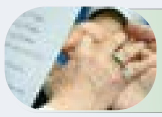

دربارِ خلافت

پوری قوم نے جمع ہو کر آپؐ کے صادق القول ہونے پر گواہی دی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر آپؐ کی سچائی کی گواہی صرف اتنی نہیں کہ ایک آدھ مثالیں مختلف طبقات میں سے مل جاتی ہیں بلکہ پوری قوم نے جمع ہو کر آپؐ کے صادق القول ہونے پر گواہی دی ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (الشعراء: 215) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار اور بیدار کر کے احکام اترے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکار کر اور ہر قبیلہ کا نام لے لے کر قریش کو بلایا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا اے قریش! اگر میں تم کو یہ خبر دوں، (یہ بتاؤں) کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پہ حملہ کرنے کو تیار ہے۔ تو کیا تم میری بات کو مانو گے۔ (اور پہاڑی اتنی اونچی نہیں تھی اور) بظاہر یہ ایک بالکل ناقابل قبول بات تھی (لیکن کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا، کبھی کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتا) مگر سب نے (یک زبان ہو کر) کہا کہ ہاں ہم ضرور مانیں گے کیونکہ ہم نے تمہیں ہمیشہ صادق القول پایا ہے۔ (ہمیشہ سچی بات کہنے والا پایا ہے) آپؐ نے فرمایا تو پھر سنو، میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اللہ کے عذاب کا لشکر تمہارے قریب پہنچ چکا ہے۔ خدا پر ایمان لاؤ تا اس عذاب سے بچ جاؤ۔

(سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 128)

بہر حال یہ باتیں سن کے قریش وہاں سے چلے گئے اور ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے لگے، تعلیم کا مذاق اڑایا۔ لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہہ سکے کہ آپؐ جھوٹے ہیں۔ آپؐ کو بہت بُرا بھلا کہا اور بھی سخت الفاظ استعمال کئے تھے لیکن یہ نہ کہہ سکے کہ آپؐ ہمیشہ کی طرح جھوٹ بول رہے ہیں۔ اگر منہ سے الفاظ نکلے تو یہی کہ ہمیشہ آپ نے سچ بولا ہے اور یقیناً آپ سچ بول رہے ہیں۔ آپؐ کی سچائی کا معیار اتنا بلند، واضح اور روشن تھا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کہ آپؐ پر کوئی جھوٹ بولنے کا الزام لگا سکے، اشارہ بھی کر سکے۔

پھر آپ کے چچا کی ایک گواہی ہے۔ جب محصوری کے زمانے میں، جب شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ تیسرا سال جب ہونے کو آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ابو طالب کو اطلاع دی کہ بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا جو معاہدہ خانہ کعبہ میں لٹکایا ہوا تھا۔ ساروں نے بائیکاٹ کیا تھا اس کا معاہدہ تھا، خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ اس میں سوائے اللہ کے لفظ کے باقی سارا جو معاہدہ ہے اس کو دیمک کھا گئی ہے۔ اور ابو طالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے جا کے پہلے اپنے بھائیوں سے کہا کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج تک کبھی کوئی غلط بات نہیں کی۔ اور یہ اس نے مجھے بتایا ہے اور لازماً یہ بھی سچی بات ہے۔ پھر وہ دوسرے قریش کے سرداروں کے پاس گئے ان کو بھی وہی بات بتائی کہ تمہارے معاہدے کو دیمک کھا گئی ہے۔ اور تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ اس نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو جا کر دیکھ لیتے ہیں۔ اگر تو میرا بھتیجا سچا نکلا تو تمہیں بائیکاٹ کا فیصلہ بدلنا

بقیہ صفحہ 7 پر

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِی تَقْوَاھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا

(سنن نسائی کتاب الاستعاذۃ حدیث: 5540)

ترجمہ: اے اللہ! میرے نفس کو اس کے مناسب حال تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک کردے کیونکہ تو بہترین پاک فرمانے والا ہے۔ تو ہی اس کا دوست اور مالک ہے۔

یہ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی حصولِ تقویٰ اور پاکیزگیٔ نفس کی جامع دعا ہے۔

آپ ﷺ نے سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا بھی کثرت سے کیا کرتے تھے: ”اے اللہ میں تجھ سے ہدایت و تقویٰ، عفت اور غنا مانگتا ہوں۔“ (صحیح مسلم کتاب الذکر)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگھار

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیِ مولیٰ اسی میں ہے

تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

مرسلہ: مریم رحمٰن

دل دعا اور دکھ دیا نہ ہوُا

دل دعا اور دکھ دیا نہ ہوُا
آدمی کیا ہے پھر ہوا نہ ہوُا

دیکھتے رہیے ٹوٹتے رہیے
کیا یہاں ہو رہا ہے کیا نہ ہوُا

لوگ ایسے کبھی دُکھے نہ ہوئے
شہر ایسا کبھی بجھا نہ ہوُا

ہائے اس آدمی کی تنہائی
جس کا اس دنیا میں اک خدا نہ ہوُا

ہائے وہ دل شکستہ تر وہ دل
ٹوٹ کر بھی جو آئینہ نہ ہوُا

جو بھی تھا عشق اپنے حال سے تھا
ایک کا اجر دوسرا نہ ہوُا

اس کو بھی خواب کی طرح دیکھا
جو ہمارے خیال کا نہ ہوُا

جب سمجھنے لگے محبت کو
پھر کسی سے کوئی گلہ نہ ہوُا

دل بہ دل گفتگو ہوئی پھر بھی
کوئی مفہوم تھا ادا نہ ہوُا

کربلا کیا ہے کیا خبر اس کو
جس کے گھر میں یہ واقعہ نہ ہوُا

اور کیا رشتہء وفا ہو گا
یہ اگر رشتہ وفا نہ ہوُا

دیکھ کر حسن اس قیامت کا
جو فنا ہو گیا فنا نہ ہوُا

کوئی تو ایسی بات تھی ہم میں
یونہی یہ عہد مبتلا نہ ہوُا

ایسے لوگوں سے کیا سخن کی داد
حرف ہی جن کا مسئلہ نہ ہوُا

اب غزل ہم کسے سنانے جائیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوُا

1988

عبید اللہ علیمؔ

یہ زندگی ہے ہماری۔ نگارِ صبح کی اُمید میں صفحہ 29-31

ابو سلطان

تعارف سورۃ الجاثیہ (45 ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 38 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

حٰمٓ والے حروف مقطعات کے گروپ میں یہ سورۃ بھی شامل ہے جو مکی دور کی ہے تاہم کوئی معین تاریخ اس سورۃ کے نزول کی وضع نہیں کی جا سکتی۔ اگرچہ نوڈلکے نے اس سورت کا اکتالیسویں سورت (حم السجدۃ) کے معاًبعد نازل ہونا بتایا ہے۔ اس سورت کا آغاز اس بیان سے ہوا ہے کہ جیسے بارش مردہ زمین کو زندگی بخشتی ہے اسی طرح نبی اس وقت مبعوث ہوتا ہے جب لوگ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ لوگ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو چکے تھے تو اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے تا کہ انہیں نئی زندگی عطا کرے۔

مضامین کا خلاصہ

گزشتہ پانچ سورتوں کی طرح موجودہ سورت بھی قرآنی وحی اور توحید باری تعالی کے مضمون سے شروع ہوتی ہے جو اس سورت کا مرکزی خیال ہے اور انسان اور جملہ جانوروں کی تخلیق سے اور سبزیوں کی روئیدگی اور شاندار تخلیق کائنات اور اس کی حیرت انگیز ساخت اور ترتیب کو ایک قادر اور بے خطا ذات کی ہستی کے طور پر پیش کرتی ہے۔ اور کفار کو دعوت دیتی ہے کہ ایسی حکیم اور علیم ہستی جس نے انسان کی مادی ضروریات کے لیے زمین پر ایسے شاندار طریق پر سہولیات مہیا کی ہیں وہ ایسی ہی سہولیات ہمیشہ کی زندگی کے لیے مہیا کرنے سے کیوں کر قاصر ہو سکتا ہے؟ انسان کی روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وحی کا نزول ہوتا ہے جو رسول پر اترتی ہے تا کہ انسان کے عظیم مقصد پیدائش کے حصول کے لیے موقع مل سکے۔

اس سورت میں آگے چل کر بتایا گیا ہے کہ خدا اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی بھی اخلاقی اور روحانی حیات نو کے نظام میں دخل اندازی کرے اسی لئے وہ کسی جھوٹے مدعی نبوت کو کامیاب نہیں ہونے دیتا اور جلدی یا کچھ مہلت دینے کے بعد جھوٹا مدعی نبوت اپنے بد انجام کو پہنچتا ہے جبکہ آپ ﷺ کا مشن مستقل ترقی کر رہا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز جھوٹے نہ ہیں بلکہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

پھر اس سورۃ میں آپ ﷺ کی سچائی اور برحق ہونے کی ایک اور دلیل یوں دی گئی ہے کہ جملہ نظام کائنات آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تائید و نصرت میں لگا ہوا ہے۔ اس لیے یہ سلسلہ لازماً کامیاب و کامران ہو گا۔ بعد ازاں حضرت موسیٰ علیہ سلام کے سلسلے کا مختصر ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ قرآنی وحی کا نزول اس لیے ہوا ہے کہ تورات انسان کی روحانی ضروریات کو پورا کرنے میں ناکام ہوگئی ہے۔ یہ (قرآنی وحی) تورات کی پیشگوئی کو بھی پورا کرتی ہے جو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں ایک نبی کے برپا ہونے کے متعلق ہے (استثناء 18/18)۔

پھر اس سورۃ میں کفار کو بتایا گیا ہے کہ خدا نے انسان کو ایک عظیم اور نیک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے اسی لیے ایک بہتر اور بھرپور زندگی جو ہمیشگی والی ہے اگلے جہان میں انسان کے انتظار میں ہے۔ صرف یہی ایک طریق ہے جس پر انسان کی پیدائش کے مقصد کا جواز پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس سورت کا اختتام نہایت مختصر مگر مؤثر رنگ میں قیامت کے روز کے بیان پر ہوا ہے۔ مگر اس دن کے آنے سے پہلے کفار کو اس دنیاوی زندگی میں ایک وضاحت دینی ہوگی کہ انہوں نے کیونکر خدا کے نبیوں کی مخالفت کی اور انہیں جھٹلایا۔ انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی اور اپنے رویے نہ بدلے تو رسوائی اور ذلت والی زندگی ان کا مقدر ہو گی۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

مثالیں دینا شروع کر دیں۔ پھر ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو ماں کی محبت اور خدمت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن جب اپنا مفاد ہو تو ماں باپ سے سخت کلامی سے پیش آتے ہیں۔ اور ماؤں سے غصے کا اظہار بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کو بعض دفعہ برا بھلا بھی کہہ رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ماں باپ کے آگے تو اونچی آواز میں بولنا بھی منع ہے۔ تو بعض دفعہ دینی خدمت نہ کرنے یا بیوی بچوں کے حقوق ادا نہ کرنے کے لئے ماں کی یا باپ کی خدمت کا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ اس لئے ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ ماں باپ کی خدمت کے نام پر کہیں نفس دھوکہ تو نہیں دے رہا اور دینی خدمت سے آدمی محروم نہ ہو رہا ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شخص کو فرمایا کہ:

’’والدہ کا حق بہت بڑا ہے اور اس کی اطاعت فرض۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہئے کہ آیا اس ناراضگی کی تہہ میں کوئی اور بات تو نہیں ہے۔ جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی ایسی اطاعت سے بری الذمہ کرتی ہو۔ مثلاً اگر والدہ اس سے کسی دینی وجہ سے ناراض ہو یا نماز روزہ کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرتی ہو۔ تو اس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا مشروع امر ممنوع نہیں ہے جب، (بیوی کے بارہ میں پوچھا تھا کہ والدہ یہ کہتی ہے) تو وہ خود (یعنی بیوی) واجب الطلاق ہو جاتی ہے۔

سب سے زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بڑے شوق سے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے خدا خدا کر کے بیٹے کی شادی کرتی ہے تو بھلا اس سے ایسی امید وہم میں بھی آ سکتی ہے کہ وہ بے جا طور سے اپنے بیٹے کی بیوی سے لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔ ...... ایسے بیٹے کی بھی نادانی اور حماقت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ والدہ تو ناراض ہے مگر میں ناراض نہیں ہوں۔ ...... والدہ اور بیوی کے معاملہ میں اگر کوئی دینی وجہ نہیں تو پھر کیوں یہ ایسی بے ادبی کرتا ہے۔ اگر کوئی وجہ اور باعث اور ہے تو فوراً اسے دور کرنا چاہئے۔ ...... بعض عورتیں اوپر سے نرم معلوم ہوتی ہیں مگر اندر ہی اندر وہ بڑی بڑی نیش زنیاں کرتی ہیں۔ پس سبب کو دور کرنا چاہئیے اور جو وجہ ناراضگی ہے اس کو ہٹا دینا چاہئے اور والدہ کو خوش کرنا چاہئیے۔ دیکھو شیر اور بھیڑیئے اور درندے بھی تو ہلائے سے ہل جاتے ہیں اور بے ضرر ہو جاتے ہیں۔ دشمن سے بھی دوستی ہو جاتی ہے اگر صلح کی جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ والدہ کو ناراض رکھا جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ نمبر ۴۹۷، ۴۹۸ الحکم ۲۶/ مارچ ۱۹۰۸ء)

مرد تو چونکہ مضبوط اعصاب کا ہوتا ہے، قوام ہے اس لئے اگر گھر میں کسی اختلاف کی وجہ بن بھی جائے تو پیار سے محبت سے سمجھا کر حالات کو سنبھالیں۔ اسی طرح جوان بچیاں اور بہوئیں بھی ان کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ بوڑھوں کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور ان سے اگر کوئی سخت بات بھی ہو تو برداشت کر لیں اور اس وجہ سے برداشت کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنی ہے تو پھر خدا طاقت اور ہمت بھی دیتا ہے اور حالات میں سدھار پیدا ہوتا ہے اور انشاء اللہ ہوتا چلا جائے گا۔

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2004ء)

غلام مصباح بلوچ

تعارف صحابہ حضرت مسیح موعودؑ

حضرت ڈاکٹر یعقوب خان صاحب رضی اللہ عنہ۔ جہلم

حضرت ڈاکٹر یعقوب خان صاحب رضی اللہ عنہ ولد صوبہ خان قوم افغان جہلم شہر کے رہنے والے تھے۔ آپ ویٹرنری اسسٹنٹ تھے اور اس ملازمت کے سلسلے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مقیم رہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی بیعت کرنے کی توفیق پائی، بیعت کے ایام میں آپ بھارتی صوبہ مہاراشٹرا کے شہر دیولائی کیمپ (Deolai Camp) میں مقیم تھے۔ آپ کی بیعت کا اندراج اخبار الحکم میں یوں درج ہے:

’’یعقوب خان صاحب افغان ساکن شہر جہلم حال ملازم بعہدہ ویٹرنری اسسٹنٹ سلوتری مقام دیو لائی کیمپ‘‘

(الحکم 30 ستمبر 1901ء صفحہ 16 کالم 3)

بیعت کے بعد آپ نے اخلاص و وفا میں بہت ترقی کی اور ساری زندگی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ مخلصانہ تعلق رکھا۔ 1906ء میں اخبار الحکم میں حضرت سید احمد نور کابلی صاحب کے لیے رشتہ کا اعلان شائع ہوا کہ ’’سید احمد نور مہاجر کابلی نوجوان مخلص بھائی ہے، صاحبزادہ عبد اللطیف شہید مرحوم کا وفادار خادم ہے، حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود اس کی شادی ہونے پر بہت خوش ہوں گے۔ ہر طرح سے متدین، جفاکش، محنتی اور معقول آمدنی رکھتا ہے مستقل طور پر قادیان آبسا ہے۔ درخواستیں ایڈیٹر الحکم کے نام آئیں۔‘‘ (الحکم 30 جون 1906ء صفحہ 1) جب آپ نے یہ اعلان پڑھا تو اپنی بھانجی کا رشتہ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا، اس کی تفصیل میں آپ کی بیٹی محترمہ امۃ اللہ صاحبہ لکھتی ہیں:

’’جس وقت سید احمد نور صاحب کابلی کابل سے ہجرت کر کے دارالامان تشریف لائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الحکم میں ان کے نکاح کے لیے اعلان کر دیا۔ والد صاحب مونہ میں تھے اور اپنے ہاں اس وقت کوئی لڑکی قابلِ شادی نہ تھی مگر میری پھوپھی صاحبہ کے گھر لڑکیاں تھیں۔ انھوں نے اخبار سے حضور کا ارشاد پڑھتے ہی فی الفور لڑکی کے والدین سے مشورہ کیے بغیر حضرت اقدس کی خدمت مبارک میں چٹھی لکھ دی کہ حضور کے حکم کے مطابق خاکسار اس مہاجر کو اپنی بھانجی کا رشتہ خدا کے لیے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرمائے۔ یہ خط لکھ کر سیدھے جہلم تشریف لائے اور اپنی بہن و بہنوئی سے جو کہ مخلص احمدی تھے، تذکرہ کیا کہ میں آپ کی لڑکی امۃ اللہ کا رشتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان پر ایک مہاجر کو جو کہ ابھی کابل سے ہجرت کر کے آیا ہے بغیر آپ لوگوں کی اجازت کے دے آیا ہوں۔ انھوں نے سرِ تسلیم خم کیا اور دارالامان لکھ دیا گیا کہ آپ لوگ آ کر نکاح کر لیں، اس پر سید احمد نور صاحب معہ چند دوستوں کے آئے اور نکاح کر کے لے گئے۔ قدرت الٰہی کا کرشمہ یہ ہوا کہ شادی ہو جانے کے بعد میری پھوپھی زاد بہن صرف نو ماہ ان کے گھر زندہ رہی اور آٹھ ماہ کا لڑکا تولد ہونے پر انتقال کر گئی۔ پھر جب میری پیدائش ہوئی تو اس لڑکی کے نام پر ابا جان نے میرا نام امۃ اللہ رکھا۔‘‘

(الفضل یکم نومبر 1931ء صفحہ 10)

اخبار الحکم میں بھی آپ کی اس مخلصانہ کوشش کا ذکر موجود ہے، اخبار لکھتا ہے: ’’سید احمد نور صاحب مہاجر کی شادی مولوی عبد اللہ خان صاحب لیٹ سکرٹری پنڈ دادن خان کی دخترِ نیک اختر سے بمقام جہلم ہو چکی ہے۔ اس تحریک کے محرک ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ مونہ ہیں جن کی وہ ہمشیرہ زادی ہیں جس ارادت اور حوصلہ کے ساتھ اس معاملہ میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے بہنوئی مولوی عبداللہ خاں صاحب نے سبقت کی ہے وہ ایک قابل قدر نمونہ ہے، کوئی لمبی بات نہیں ہوئی، کوئی شرط زیور وغیرہ پیش نہیں ہوئی، محض خدا کے لیے انھوں نے اس امر کو پیش کیا۔‘‘

(الحکم 17 اگست 1906ء صفحہ 5 کالم 3)

(اخبار بدر 16/ اگست 1906ء صفحہ 2 پر بھی آپ کی قادیان آمد کا ذکر موجود ہے۔)

جنگ عظیم اول میں آپ کو بھی انڈین دستے کے ساتھ فرانس جانے کا موقع ملا، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرانس سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں خلافت کی برکات کے حوالے سے درج ذیل خط لکھا: ’’حضور کا خطبہ جمعہ مورخہ 9/ جولائی 1915ء جو لاہور میں ہوا، نظر سے گذرا۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ سلسلہ کا خود ہی حافظ و ناصر ہوتا ہے چنانچہ یہ تیسرا موقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندہ نشانات دکھا کر اپنی قدرت اور ہستی کا ثبوت دیا اور اپنے پیارے مامور کی جماعت کا خود نگہبان رہا۔ منکران خلافت نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے کہ ضد اور تعصب میں یہاں تک بڑھ گئے ہیں، کاش وہ حضرت کے اس خطبہ کو جو غور سے پڑھتے اور اپنے شکوک رفع کر لیتے، نہ معلوم یہ لوگ دنیا کی کس ملامت سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی افترا پردازیوں سے محفوظ رکھے۔ مبارک اور خوش قسمت ہیں وہ جو حضرت کی غلامی کو اپنا فخر سمجھیں۔‘‘ (الفضل 19، 21 ستمبر 1915ء صفحہ 1) جنگ کے بعد آپ کو کچھ عرصہ بغداد اور گرد و نواح میں کام کرنے کا موقعہ ملا، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے ان جگہوں پر مقدس مقامات کی زیارت کی۔

(الفضل 23 / جون 1917ء صفحہ 2،1)

آپ نے مئی 1931ء میں وفات پائی، اخبار الفضل نے لکھا: ’’8 مئی ڈاکٹر یعقوب خاں وٹرنری انسپکٹر پنشنر جو کہ محمد یوسف خان صاحب امریکہ والے کے والد ہیں، فوت ہو گئے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پرانے خادموں سے تھے، نہایت مخلص، متقی، سلسلہ کے جوشیلے خادم تھے۔ احباب مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ خاکسار عبد المغنی مسجد احمدیہ نیا محلہ شہر جہلم۔‘‘ (الفضل 2 جون 1931ء صفحہ 2) آپ کی وفات پر آپ کی بیٹی محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ نے آپ کے مختصر حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے اخبار الفضل میں لکھا:

’’میرے ابا جان ڈاکٹر یعقوب خان صاحب وٹرنری اسسٹنٹ انسپکٹر 8/ مئی بروز جمعہ 1931ء اس دار فانی سے رخصت ہو کر حقیقی مولا سے جا ملے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم و مغفور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پرانے اور مخلص صحابیوں میں سے تھے، اسلام کے سچے خادم اور احمدیت پر دل و جان سے نثار تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی عاشق اور خاندان نبوت کے شیدا تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حکموں پر اپنی مال و جان و اولاد فدا و نثار کرنے تک دریغ نہ کرتے بلکہ فخر کا باعث سمجھتے اور راحت محسوس کرتے۔ ہر خاص و عام چندہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، تین صد روپیہ ماہوار میں سے صرف ایک صد روپیہ گھر والدہ صاحبہ کو خانگی اخراجات کے لیے دیتے اور باقی چندوں اور کچھ غریب لوگوں و اقرباء میں یتیموں بیواؤں پر صرف کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال ہے اور اسی کے رستہ میں خرچ کرتا ہوں، اگر میرے مولا کو منظور ہوا تو اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں جمع ہو گا اور وہ بنک دنیا کے تمام بنکوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اولاد کو ہمیشہ سادگی، دیانتداری، محنت کشی اور راستبازی کا سبق دیتے۔ 10 سال مونہ ڈپو میں ملازم رہے۔ والدہ صاحبہ کہتی ہیں ....باوجود کئی نوکر ہونے کے دفتر سے آ کر گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرتے، مشین سے آٹا پیسوا لاتے۔ اگر بعض اوقات کوئی محلہ دار محتاج عورت ہمارے ہاں بیٹھی ہوتی جس کا کوئی سودا وغیرہ لانے والا نہ ہوتا اور آپ اچانک دورہ سے آ جاتے تو وردی بھی نہ اتارتے، سفر کی تکان بھی نہ اتارتے اور پہلے اس کا سودا خرید کر لا دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دینی دنیاوی ہر ایک نعمت سے مالا مال کیا، اعلیٰ خاندان اور مسلمانوں کے گھر پیدا کیا، دینی و دنیاوی علم دیا، عزت دی، رزق بافراغت اور حلال عطا فرمایا، مضبوط ایمان دیا، اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی، موجودہ وقت کے نبی کی شناخت دی، پرہیزگار اور نیک بیوی عطا کی، متقی و صالح اولاد بخشی.... دس سالہ بیماری میں ابا جان نے صبر و استقلال کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

ایک دفعہ کا ذکر مجھے والد صاحب سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں مونہ سے خالص شہد کی دو بوتلیں بطور تحفہ لے کر حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے دارالامان گیا، آگے ایک اور آدمی بھی ملاقات کے لیے بیٹھا تھا جب حضور تشریف لائے تو اس شخص نے حضور کے ہاتھ پر سٹر پونڈ رکھے مگر حضور نے اوپر آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور جب میں نے دونوں بوتلیں پیش کیں تو حضور خوش ہوئے اور دیر تک اپنے بابرکت کلمات سے فرحت بخشتے رہے۔

(الفضل یکم نومبر 1931ء صفحہ 10)

آپ کی اہلیہ حضرت زینب بی بی صاحبہ نے 1903ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ (الفضل 27 اپریل 1933ء) اولاد میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، ایک بیٹا اور ایک بیٹی بچپن میں وفات پا گئے۔ بڑے بیٹے محترم ڈاکٹر محمد یوسف خان صاحب کو 1920ء کی دہائی میں تعلیم کے لیے امریکہ جانے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا، حضرت مولوی محمد دین صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ کی امریکہ سے واپسی کے بعد کچھ عرصہ امریکہ میں مشن کے انچارج بھی رہے۔ الفضل میں ان کی کئی رپورٹیں شائع شدہ ہیں۔ بعد ازاں وہیں امریکہ میں ہی مقیم ہو گئے، مورخہ 19 جنوری 1979ء کو وفات پائی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ دوسرے بیٹے احمد حیات خان صاحب تھے جو 1928ء میں اپنے بھائی کے ساتھ امریکہ گئے اور کچھ عرصہ سنسناٹی (اوہائیو) میں احمدیہ مشن کے نگران رہے، والد صاحب کی وفات پر واپس جہلم چلے گئے۔ بیٹی امۃ اللہ جان اشرف صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد اشرف صاحب آف لندن تھیں جو 1909ء میں پیدا ہوئیں اور 16/ نومبر 1984ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں۔

حضرت ڈاکٹر یعقوب خان صاحبؓ کی بہن حضرت فضل بی بی صاحبہ اور بہنوئی حضرت حاجی عبد اللہ خان صاحبؓ کے حالات ’’بعنوان میرے آباء و اجداد‘‘ ان کی پوتی محترمہ رضیہ خانم صاحبہ اہلیہ چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ نے الفضل انٹرنیشنل 13/ اگست 2020ء میں شائع کرائے ہیں۔

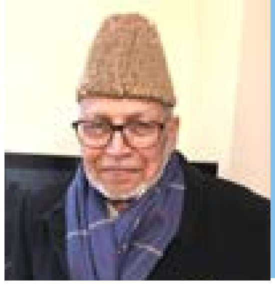

مرسلہ: مجید احمد سیالکوٹی دفتر پی ایس اسلام آباد یوکے

استاذی المحترم حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ سے متعلق سنہری یادیں

قسط 4، آخری

* ایک دفعہ خاکسار کو گھڑی پہننے کا شوق پیدا ہوا۔ کسی سے مانگ کر پہنی تھی۔ کہنے لگے کس سے لی ہے؟ میں نے کہا برادرم جلال شمس کی ہے۔ فرمایا کہ اچھا لائلپور جاؤ اور وہاں سے سیٹیزن کی گھڑی پسند کر کے لے لو۔ 100 روپیہ دیا۔ 90 روپے کی سنہری ڈائل والی گھڑی خریدی اور پہنی اور شوق پورا ہوا۔ حضرت میر صاحب کا یہ گرانقدر تحفہ سالوں سال میرے پاس رہا۔ نماز کے وقت وضو کیلئے اتارتا تو میر صاحب یاد آتے اور دل سے ان کیلئے دعا نکلتی۔ ان کی دعاؤں سے ہی تو ہم بڑے ہوئے۔

* دوبارہ ہائیکنگ پر بھجوایا اور خرچ بھی دیا۔ ہم تو سرگودھا بھی نہیں جا سکتے تھے۔ یہ ان کا احسان تھا کہ ہم نے باہر کی دنیا بھی دیکھی تا کہ ہم قدرتی مناظر دیکھ کر مالکِ قدرت کی حسین وادیوں، سبزہ زاروں اور برف پوش چوٹیوں اور بہتے پانی کے چشموں اور مچھلیوں سے بھری جھیلوں کے نظارے کریں اور تدبر کریں۔ الحمد للہ

میر صاحب کی وجہ سے مری، بوربن، ٹھنڈیانی، موسیٰ کا مصلیٰ، جھیل سیف الملوک، گلگت، شنڑاں اور ایبٹ آباد وغیرہ کی سیر کی۔ اور دنیا کے خوبصورت جنگلات دیکھے اور دل و دماغ حمد باری تعالیٰ سے جھوم اٹھے۔ کمال ہے قدرت کا۔ اس نے ہمارے لئے کیا کیا پیدا کیا ہے۔ اور یہ خوبصورت علاقے بن مانگے دیے ہیں۔

* نئے مربیان کی ڈیوٹی مختلف محلوں میں درس دینے پر لگی۔ میرے حصہ میں دارالنصر میں پہاڑی کے قریب والی مسجد آئی جس کے صدر مکرم ابراہیم بھامڑی صاحب ٹیچر ٹی آئی ہائی سکول تھے۔ اس علاقہ میں مکرم پروفیسر خان نصیر خان صاحب کی کوٹھی بھی تھی۔ وہ بڑے پایہ کے ادیب اور صاحبِ علم انسان تھے۔ درس دینا شروع کیا۔ دن گزرتے گئے۔ الحمد للہ کر کے مہینہ مکمل ہوا۔ ایک دن میر صاحب میری قیام گاہ محلہ دارالبرکات تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں نے آپ کی ساری کلاس کا مختلف محلوں میں جا کر درس سنا ہے اور درس کا جائزہ لیا ہے۔ الحمد للہ مجھے خوشی ہے کہ تم لوگوں نے تیاری کر کے درس دیا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ میدانِ عمل میں یہی تفسیر صغیر تفسیری نوٹس والی اپنے پاس رکھنا۔ فرمانے لگے کہ ایک دن تمہارا درس بھی سنا تھا۔ الحمد للہ اچھی رائے دی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ درس کے بعد روزانہ صدر محلہ مکرم بھامڑی صاحب پکڑ لیتے تھے اور اپنا درس دینے لگتے تھے۔ وہ بھی صاحبِ علم استاد تھے۔ حوصلہ افزائی بھی کرتے۔ بڑا دوستانہ مزاج تھا، رونقی انسان تھے۔ اپنے تجارب اور لطائف بھی بیان کرتے۔ لمبی عمر پائی۔ حضرت میر صاحب کی خوبی تھی کہ سلسلہ کے دیرینہ علماء کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کی نمایاں خوبیوں کا ذکر کر کے ذہن نشین کرا دیتے تھے۔ چند مثالیں لکھتا ہوں۔

1۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے متعلق بتایا کہ ان کی اردو تحریر زبردست ہے اور جماعتی تاریخ اور لٹریچر اس بات کا گواہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ یہ بزرگ ہستی صاحب کشوف ہے اسی لئے قمرالانبیاء کا نام پایا۔ یہ سن کر مجھے بھی ان سے محبت ہوگئی۔ الحمد للہ

2۔ مکرم مہاشہ عمر صاحب فضل عمر ہسپتال میں صاحب فراش تھے۔ میر صاحب کو ان کی تیمارداری کرنی تھی تو مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ مریض تو بولنے سے بھی قاصر تھا، بمشکل چند باتیں کیں۔ حضرت میر صاحب نے بتایا کہ یہ ہماری جماعت میں ہندو مت کے عالم ہیں۔ انہوں نے جوانی میں اس محاذ پر بہت خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس دن سے مجھے ان کی اولاد سے بھی ایک تعلق ہے۔ کرائیڈن جماعت میں مکرم محمد احمد مہاشہ صاحب اور مکرم نصیر احمد مہاشہ صاحب اور محترم غازی صاحب کی بیگم بنت مہاشہ عمر صاحب قابلِ احترام ہیں۔

3۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں فرمایا کہ محترم شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ کی تقریر ہے ضرور سنیں، بہت عمدہ تقریر کرتے ہیں۔ شیخ صاحب کے ماتحت کام کرنے کی توفیق بھی ملی۔ بہت اعلیٰ تقریر کرتے اور اچھی تقریر کی داد بھی دیتے۔ اپنے زمانہ میں وہ ہمیشہ مبلغین کو تقریر کا موقعہ دیتے تھے۔ جلسہ سالانہ یوکے میں مبلغین کی تقاریر ہوتیں۔

4۔ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کی وفات سرگودھا میں ہارٹ اٹیک سے ہوئی۔ جنازہ ربوہ لایا گیا۔ تدفین ہوئی۔ ان کی اولاد سے آپ نے شفقت کی اور تعزیت کر کے حوصلہ دیا نیز مہمانوں کو سنبھالا۔ مجھے یاد ہے کہ مکرم منیر الدین شمس صاحب جو اس وقت جامعہ کے طالبعلم تھے، کو آپ نے بار بار گلے لگا کر دلاسا دیا۔

فرماتے تھے کہ مکرم شمس صاحب مرحوم یونہی خالدِ احمدیت نہیں بن گئے۔ ایک لمبا تجربہ اور وسیع مطالعہ کے بعد بے بدل مناظر بنے اور حضرت مصلح موعودؓ کے سلطانِ نصیر بنے۔

5۔ اسی طرح حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی عزت کرتے۔ ان کے رسالہ ''الفرقان'' کی مدد کرتے اور ٹی آئی کالج میں ان کو لیکچر کیلئے بلاتے۔ جامعہ کے علمی مقابلوں میں بھی مہمان خصوصی کے طور پر دعوت دیتے۔ یہ بھی خالدِ احمدیت تھے۔ تقریر اور عربی زبان کے ماہر، خلافت کے شیدائی اور میر صاحب کے گرویدہ تھے۔

* میر صاحب کو تصویر کا بھی بہت شوق تھا۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے معلوم نہیں کیا یاد آیا کہ اپنے ساتھ میری بھی تصویر کھنچوائی۔ میں نے عرض کی کہ ٹوپی پہن لوں۔ فرمایا کہ رہنے دو میں بھی ٹوپی کے بغیر ہوں۔ احباب یہ تصویر کتاب سیرت داؤد کے صفحہ 235 پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

* حضرت میر صاحب کو اپنے بھائی بہنوں سے بھی بے حد پیار تھا۔ ایک دن بہت افسردہ اور غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پتہ چلا کہ مکرم میر مسعود صاحب کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو گیا ہے۔ مکرم میر مسعود صاحب اس وقت ناروے اور سویڈن میں مبلغ تھے۔ تعزیت کیلئے حاضر ہوا تو جذبات پر قابو پاتے ہوئے فرمانے لگے۔ مبلغین کو ایسے حالات سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ اس بچہ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت میر مسعود احمد صاحب کو اور بچوں سے نوازا۔ عزیزم ڈاکٹر میر مشہود صاحب انہی کے صاحبزادے ہیں جو فضلِ عمر ہسپتال میں خدمتِ انسانیت میں مصروف ہیں۔

* ایک دن مکرم سید جلید احمد صاحب ابن مکرم سید میجر سید سعید احمد صاحب کسی کام کی غرض سے ملنے آئے۔ میں بھی موجود تھا۔ ان کے جانے کے بعد فرمایا کہ دعا کرنا اس کی ایک بہن کا قد چھوٹا ہے۔ بچیوں کیلئے چھوٹا قد فکر والی بات ہوتی ہے۔ مکرم سید جلید صاحب حضرت میر صاحب کے بھانجے ہیں۔ مذاق میں ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی نکریں ہیں۔ ان کی عمر 10 سال ہوگی۔ اس نے پتہ نہیں کتنے بتائے۔ بڑے پیار سے کہنے لگے کہ بنّی کے پاس تو گویا ڈھیروں ڈھیر ہیں۔ یہ بہن کے بچوں سے پیار تھا۔ مکرم سید جلید صاحب بعد میں اعلیٰ تعلیم کے بعد سیرالیون میں احمدیہ سکول کے پرنسپل بنے۔ آجکل نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کے پرنسپل ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی مکرم سید حسین احمد صاحب جو حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب کے داماد ہیں، ماریشس کے مبلغ بنے۔

* حضرت میر صاحب ایک علمی شخصیت تھے۔ لکھائی پڑھائی ان کی سرشت میں تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ بہت سے نوٹس اور کاغذات ایک میز پر بکھرے پڑے ہیں اور آپ کی ذاتی گھریلو لائبریری بڑے قرینہ سے سجائی ہوئی ہے۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ وہ ایک کتاب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اپنی تحریروں کی رو سے کی تصنیف میں کوشاں ہیں۔ فرمانے لگے کہ گرمیوں کی تعطیلات میں مکمل کرنے کا ارادہ ہے۔ مکرم بشیر احمد اختر صاحب جو ان دنوں درجہ شاہد کے طالبعلم تھے اور بہت خوبصورت ہینڈ رائٹنگ کے مالک تھے وہ آپ کے معاون ہیں۔ حضرت میر صاحب حقیقت میں ان کی مالی معاونت بھی کرنا چاہتے تھے۔ مکرم بشیر اختر صاحب گوجرانوالہ کے بہت ہی لائق طالبعلم تھے۔ میں بھی ان کے گروپ صداقت میں تھا۔ یہ ہمارے صدر تھے۔ ہوسٹل فیلو بھی تھے۔ انہوں نے اس علمی کام کے حوالے نکالنے اور ترتیب دینے میں مدد دی اور تعطیلات کے دوران حسب پروگرام یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا اور میر صاحب نے انہیں انعام واکرام سے نوازا۔

مکرم میر صاحب کا یہ علمی کارنامہ تاقیامت میر صاحب کی طرف سے صدقہ جاریہ کے طور پر رہے گا۔ ہر مبلغ کی لائبریری میں یہ کتاب ہونی ضروری ہے۔ عشقِ الٰہی، عشقِ رسولؐ، عشقِ قرآن سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اس میں یکجا کر دی گئی ہیں۔

* حضرت میر صاحب کو اپنے والدین حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ اور حضرت صالحہ بیگم صاحبہ سے بے حد پیار تھا۔ حضرت والدہ صاحبہ سے اس لئے کہ وہ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ آف لدھیانہ کے بیٹے حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے طویلہ میں ہی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلہ کیا تھا۔ حضرت صوفی صاحبؓ ایک بزرگ اور ولی اللہ انسان تھے۔ انہوں نے ہی یہ مشہور زمانہ شعر کہا تھا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

حضرت میر داؤد احمد صاحب نے ایک دن بتایا کہ بی بی ایک دن چک کمرہ میں لگانے کیلئے لائیں۔ میں نے کہا کہ اگر امی کے کمرہ میں بھی لگانے کیلئے

ہے تو پھر اپنے کمرہ میں لگالیں ورنہ رہنے دیں۔ آپ حضرت والدہ صاحب کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا بھی خیال رکھتے۔ ایک قرآن جو وہ تلاوت کرتی تھیں اس پر کچھ نوٹس بھی تھے، بڑا سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ فرماتے تھے کہ یہ امی کی نشانی ہے۔ اسی طرح حضرت میر اسحاق صاحب کے نوٹس والا قرآن کریم بھی گھر میں تھا۔ بے حد محبت اور احترام سے ان کا نام لیتے۔ ایک دن یاد کرتے ہوئے آواز بھرا گئی۔ کسی بات پر وہ زخم یاد آ گئے۔ فرمانے لگے کہ میرے پاس تو وہ دل ہی نہیں ہے ورنہ اس پر تم کو داغوں کی بہار دکھاتا۔

☆ ایک دفعہ حضرت خلیفہ ثالث رحمہ اللہ کے دورۂ افریقہ 1970ء کے معاً بعد تین مربیان مرزا برادران (مرزا عبداللطیف، مرزا سلیم، مرزا شفیق) کے اخراج کا مسجد مبارک ربوہ میں اعلان ہوا۔ اور فوری طور پر نظارت اصلاح وارشاد اور نظارت امور عامہ کو ہدایت ہوئی کہ ان کو ربوہ سے باہر جانے کا آرڈر پہنچایا جائے۔ ان کے اچانک اخراج سے سامعین کو حیرت ہوئی اور تجسس ہوا کیونکہ یہ تینوں بھائی لائق فائق تھے۔ مرزا لطیف تجربہ کار سینئر مربی تھا۔ مرزا سلیم بھی بڑا اچھا مقرر سمجھا جاتا تھا اور مرزا شفیق تو ابھی ایک دو سال قبل جامعہ سے فارغ ہوا تھا۔ اس کی علمی قابلیت وغیرہ کا سب طلبہ کو علم تھا۔ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا ہوا ہے۔ گو مگو کی کیفیت تھی۔

خاکسار حضرت میر صاحب کے گھر گیا اور حضرت میر صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہوا ہے؟ حقیقت کیا ہے؟ حضرت میر صاحب نے ایک خط کی کاپی دکھائی جس میں بڑی خطرناک تحریر تھی کہ مرزا شفیق دعا کرتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا مغربی افریقہ کے دورہ پر جہاز کریش ہوجائے۔ یہ خلیفۂ وقت اور جماعت سے اپنے شدید بغض اور عناد کا اظہار تھا۔ جب یہ خط حضورؒ نے ملاحظہ فرمایا تو پھر ایسے لوگوں کو جماعت میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ خط جسے لکھا گیا تھا وہ مرزا سلیم تھا۔ مرزا لطیف کو ان کے کینہ اور بغض کا علم تھا اس لیے انکوائری ہوئی تو تینوں ملوث پائے گئے۔

حضرت میر صاحب فرمانے لگے اچھا ہوا ہے کہ اخراج ہو گیا ہے اور خود ہی نکل گئے ہیں۔ ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ ان میں سے کسی ایک کو بیرون ملک بھجوانے کی سفارش کرتا ہوں۔ یہ لوگ فتح پور ضلع گجرات کے رہائشی تھے۔ ان کے والد معلم سلسلہ تھے۔ ان تینوں کا اخراج ہوا۔ ان کے گاؤں سے ہی مکرم مرزا اقبال صاحب، مکرم عبدالرزاق گجراتی صاحب اور مکرم منور خورشید صاحب مبلغ بنے اور خدمت بجالانے کی سعادت پائی۔

جو جماعت اور خلافت کا وفادار ہوتا ہے وہی منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ یہ تینوں مر چکے ہیں اور ان کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ مرزا شفیق تو چند ماہ قبل لاہور کی شاہراہ پر سکوٹر کی ٹکر سے ہلاک ہوا۔ حامد میر اور ہارون الرشید وغیرہ نے کالم بھی لکھے تھے کیونکہ وہ خود بھی اخبار جنگ میں ملازم تھا۔

حضرت میر داؤد احمد صاحب قرآن وحدیث کے عالم اور عاشق تھے۔ جامعہ کے طلبہ کے متعلق آپ کو گمان ہونے لگا کہ ان کے تفسیر القرآن کے پرچوں کے جواب بہت طویل ہوتے ہیں اور تفسیر کھل کر بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اصل میں تو ان کو قرآن کا ترجمہ آنا چاہیے۔ میر صاحب کے والد حضرت میر محمد اسحاق صاحب کا ترجمۂ قرآن جماعت میں بڑا مقبول تھا۔ استاذی المحترم میر محمود احمد صاحب کو بھی ترجمہ میں بڑی مہارت تھی۔ حضرت میر صاحب نے ہماری آخری کلاس یعنی درجہ شاہد کا ترجمہ قرآن کا ٹیسٹ لینا شروع کر دیا اور پاسنگ مارکس 90 فیصد مقرر کیے۔ ان ٹیسٹوں کا طلبہ کو بہت فائدہ ہوا۔ چند ایک طلبہ پاس ہو جاتے جبکہ دوسروں کو محنت کرنی پڑتی اور فائنل امتحان تک پہنچتے پہنچتے، ترجمۃ القرآن میں مہارت پیدا ہو گئی۔ الحمد للہ۔ اس طرح میر صاحب نے ہماری کمزوری اور کمی پوری فرما کر ہم پر احسان عظیم فرمایا ورنہ ہم نے تفسیر پر ہی زور دینا تھا۔ اصل یہ ہے کہ صحیح معنوں میں ترجمہ آنا چاہیے اور پھر تفسیر۔ میدانِ عمل میں بھی صحیح تلفظ کے ساتھ خوبصورت قرأت بہت فائدہ دیتی ہے۔ جماعتوں کی یہ بنیادی ضرورت ہے۔ تعلیم وتربیت میں دونوں چیزیں کام آتی ہیں۔ تفسیری نوٹس تو اس زمانہ میں علمائے سلسلہ کے درس القرآن سے ہی بندہ سیکھ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا:

ے دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

٭ رمضان المبارک میں حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ کا مسجد مبارک ربوہ میں درس القرآن تھا۔ تلاوت کیلئے قاری محمد عاشق صاحب کو لگا دیا۔ خاکسار حضرت میر صاحب کے پاس تھا آپ نے جلدی جلدی ایک رقعہ لکھا اور فرمایا کہ یہ مولانا شمس صاحب کو دو اور جواب لے آؤ۔ لکھا تھا کہ ہم آپ کا درس سننے کیلئے مسجد مبارک میں بیٹھے ہیں اور آپ کی ہی تلاوت سنیں گے۔ براہ کرم یہ نئی رسم نہ ڈالیں۔ آپ نے رقعہ لکھا اور اس کا جواب کہ ’’ٹھیک ہے‘‘ وصول پا کر تسلی کا سانس لیا۔ قاری صاحب نئے نئے بیعت کے بعد ربوہ آئے تھے۔ اور نماز تراویح مسجد ناصر دارالرحمت غربی میں پڑھاتے تھے۔ بہت عمدہ تلاوت اور قرأت تھی۔ ہم بھی جامعہ کے بعض طلبہ بعض اوقات بڑے شوق سے ان کے پیچھے تراویح پڑھنے جاتے تھے۔

حضرت میر صاحب کی نگاہ بڑی دوربین تھی۔ نئے احمدی کو اتنی جلدی اتنی اہم جگہ پر تلاوت کیلئے یا کسی دوسری ڈیوٹی پر لگا دینا خلاف حکمت سمجھتے تھے۔ خواہ جماعت کا کوئی کتنا بڑا عالم ہو یا افسر ہو اُسے فوراً روک دیتے تھے اور خود سے غلطی ہو جائے تو فوراً معافی بھی مانگ لیتے تھے۔

فرمانے لگے کہ ایک میٹنگ میں مکرم نسیم سیفی صاحب کی کسی بات پر میں ہنس پڑا۔ مکرم سیفی صاحب نے مائنڈ کیا اور مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ میر صاحب! میں بھی میٹنگ کا ایک ممبر ہوں۔ مجھے بھی بولنے کا حق ہے جیسے آپ کو لیکن آپ کو میری بات پر ہنسنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بات مکرم سیفی صاحب کی درست تھی اس لئے میں نے فوراً معافی مانگ لی۔ میٹنگ ایجنڈے کے مطابق چلتی رہی اور اختتام پذیر ہوئی۔

٭ ایک سال دو نَو احمدی طلبہ جامعہ میں داخل ہوئے۔ یہ دوسرے مدرسوں سے آئے تھے۔ تقریر اچھی کر لیتے تھے لیکن جامعہ کے بعض مضامین میں بہت کمزور تھے۔ ویسے بھی وہ ایڈجسٹ نہیں ہو رہے تھے۔ کبھی وقف جدید کے دفتر میں جا کر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سے یا کبھی پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں جا کر پیسے کا مطالبہ کرنا۔ ایک آدھ دفعہ تو چلو ہوا لیکن عادت ہی بنا لینا۔ حضرت میر صاحب کو ان کی عادت بہت بری لگی۔ اگر کوئی وظیفہ پر قناعت نہیں کر سکتا تو کل کو میدانِ عمل میں کیا کرے گا۔ سال ڈیڑھ سال بعد ہی میر صاحب نے انہیں فارغ کر دیا۔ ایک تو خود ہی چلا گیا۔ اس نے ڈرامہ رچایا تھا کہ منظور چنیوٹی کے طلبہ مجھے مار گئے ہیں اور رسیوں سے باندھ کر ریلوے لائن پر چھوڑ گئے ہیں۔ ہمیں اطلاع ملی تو مکرم داؤد حنیف صاحب اور مکرم آغا سیف اللہ صاحب وغیرہ صبح صبح چنیوٹی کے گھر پہنچ گئے۔ چنیوٹی نے پہلی دفعہ سچ بتا دیا کہ غلام رسول خطیب تو ہے ہی ایسا ڈرامے باز، وہ پیسے مانگتا ہوگا۔ خیر میر صاحب کو رپورٹ دی گئی تو آپ نے شکر کیا کہ خس کم جہاں پاک۔ آئندہ کیلئے اصول بنا دیا کہ مدرسوں سے آئے ہوئے نَو احمدی طلبہ کو آئندہ سے جامعہ میں داخلہ نہیں دینا کیونکہ وہ اپنی پرانی عادتوں کی وجہ سے جامعہ کے ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکتے بلکہ دوسرے طلبہ کو بھی ڈسٹرب کرتے ہیں۔ وقفِ جدید کو بھی خط کی ایک کاپی بھجوا دی گئی۔

پہلے بھی میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت میر صاحب کو حقیقی ضرورتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں بڑی راحت محسوس ہوتی تھی۔ اور ان کی خوشی میں شامل ہوتے۔ مکرم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب پی ایچ ڈی ترکی زبان کی شادی پر بارات سرگودھا کے کسی چک جانی تھی۔ میر صاحب نے ایک دن پہلے بلا کر ہدایت دی اور رقم دی کہ بارات ریل گاڑی کے ذریعہ وہاں جائے گی اور تمہاری ذمہ داری ہے کہ غفار کی بارات اور مہمانوں کا دوران سفر ریل گاڑی میں ان کو بوتلیں پانی وغیرہ کا پوچھنے جانا۔ ان کے عزیز بہاولنگر سے آئے ہوئے تھے۔ الحمد للہ خیال رکھنے کی توفیق ملی۔ حضرت میر صاحب کی شفقت بھری نگاہ کا یہ کمال تھا۔ خاکسار اور برادرم ناصر شمس صاحب حضرت میر صاحب کے ساتھ ساتھ تھے۔

دیہات کے لوگوں نے بڑا اچھا استقبال کیا اور ہمارے بچھائی گئی درختوں کے سائے تلے چارپائیاں بچھائی گئی تھیں۔ اس گھر میں اس دن دو باراتیں آئیں تھیں۔ رخصتی کے وقت ہم نے دیکھا کہ برادرم غفار صاحب کے سسر بیٹی کی جدائی سے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور رو پڑے۔ حضرت میر صاحب کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں۔ فرمانے لگے کہ محبت دو گے تو محبت لو گے۔ دوسرے دن دعوتِ ولیمہ تھی۔ اس کے انچارج مکرم منور صدیق صاحب تھے اور حضرت میر صاحب کی ہدایت پر عمدہ طریق پر دعوتِ ولیمہ ہوئی۔ مکرم عبدالغفار صاحب بھی میر صاحب کے بڑے پسندیدہ شاگرد تھے۔

٭ ایک دفعہ ایوان محمود ہال میں مجلس انصار اللہ کے تحت حضورؒ کی دعوت تھی۔ حضورؒ والے ٹیبل پر بھی جامعہ کے طلبہ ہی کھانا پیش کر رہے تھے۔ حضورؒ کے تشریف لے جانے کے بعد خدام تبرک کھانے لگے۔ ایک خادم جس کا تعلق جامعہ سے تھا وہ پلیٹ اٹھا کر مع تبرک اپنے ہاں جہاں وہ رہتا تھا، لے گیا۔ حضرت میر صاحب کو کسی نے شکایت کر دی کہ وہ پلیٹ لے گیا تھا۔ حضرت میر صاحب نے اس طریق کو ناپسند فرمایا۔ اسے بلایا اور پلیٹ بھی واپس منگوائی اور سب خدام کے سامنے فرمایا کہ اس طرح تبرک نہیں رہتا۔ تبرک وہ ہے جو پلیٹ میں تھا اور جس کو ٹیبل کا انچارج حصہ رسدی کے مطابق تقسیم کر رہا تھا۔ یہ چوری کے زمرہ میں آتا ہے پس اس طرح تبرک نہیں رہتا۔ ہم سب کو میر صاحب زندگی بھر کیلئے سبق سکھا گئے۔

ایک دفعہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے موقع پر جامعہ احمدیہ کی گراؤنڈ میں لمبی چھلانگ کا مقابلہ تھا۔ میری باری آئی تو قدم نہ اٹھا اور جمپ تقریباً ساڑھے 16 فٹ لگا۔ کوالیفائی تو کر گیا۔ حضرت میر صاحب بھی دیکھ رہے تھے۔ کہنے لگے کیا ہوا لگتا ہے بوڑھے ہو گئے ہو۔ اس مقابلہ کے جج محترم فضل الٰہی بشیر صاحب مبلغ سلسلہ تھے۔ محترم فضل الٰہی صاحب فرمانے لگے کہ ان کا جمپ 18 فٹ ہوتا تھا۔ خیر! دوسری دفعہ خدا کے فضل سے میرا قدم غیر معمولی اٹھ گیا اور جمپ 21.7 فٹ تک سب سے آگے چلا گیا۔ حضرت میر صاحب اور میرے دوستوں مکرم صدیق منور صاحب اور مکرم اللہ بخش صادق صاحب کو بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے میری حوصلہ افزائی کیلئے تھاپی دی۔ مجھے یہ تھا کہ میرے سرپرست حضرت میر صاحب دیکھ رہے ہیں اور اوپر سے جج صاحب بھی اپنی چھلانگ کا بتا رہے ہیں۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی اور میں اول قرار پایا۔ اسی طرح کئی اور ایوارڈز بھی لیے۔ 100 میٹر دوڑ میں جب 10 سیکنڈ کا ریکارڈ خاکسار نے بتایا تو حضرت میر صاحب نے بہت داد دی۔ الحمد اللہ۔ حضرت میر صاحب ہر قسم کے مقابلوں میں جامعہ کے طلبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ ہم طلبہ تحدیثِ نعمت کے طور پر ہر چیز کو بیان کرتے تھے۔ ورنہ مَیں اور تکبر تو سب سے بری چیز ہے۔ اس لعنت سے حضرت میر صاحب کو نفرت تھی اور طلبہ میں بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ الحمد للہ اس متکبرانہ قسم کی سوچ اور گفتگو سے ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ یہ کیڑا ہر شخص میں ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کر
عاجزانہ راہوں پر ڈالنے والے حضرت میر صاحب تھے۔

٭ سنہ 1971 میں ہم مجاہد فورس میں دریائے چناب کے پل پر ڈیوٹی دے

رہے تھے کہ ایک دردناک حادثہ ہوا۔ ہمارے مجاہد بھائی مکرم مبارک احمد بھٹی صاحب دریائے چناب کے پاس ریلوے کراسنگ سے گزر رہے تھے کہ ٹرین آگئی اوران سے ٹکرا گئے جس کے نتیجہ میں وہ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ ہم سب جوان کی بٹالین میں تھے غمزدہ ہو گئے۔حضرت میر صاحب نے بھی سب سے زیادہ غم لیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اطلاع ہوئی تو آپؒ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ فوج کے افسران بھی وہاں تھے۔ انہوں نے اپنے فوجی اعزاز سے نوازا۔ مرحوم بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

ایک دن بھوک اور کھانے کے ذائقہ کے بارے پر بات چل نکلی تو فرمانے لگے کہ جب بھوک لگے تو اس وقت جو بھی چیز کھانے کیلئے مل جائے وہی لذیذ لگتی ہے۔ جو چیز بھوک مٹانے کیلئے عین وقت پر میسر آجائے وہ پسندیدہ ہوتی ہے۔ آپ نے مثال سے واضح کیا۔ فرمانے لگے ایک دفعہ میاں رفیع احمد صاحب اور میں سندھ جماعتی دورہ پر گئے۔ ہماری سواری ایک جگہ رکی تو میرے دل میں خیال آیا کہ منزل ابھی دور ہے۔ پتہ نہیں راستے میں کچھ کھانے کو ملے یا نہ۔ بہتر ہے میں یہیں کسی دکان سے کوئی کھانے کی چیز خرید لوں۔ جب دیکھا تو دکان پر کچھ بھی نہیں تھا صرف ایک چھابڑی پر چاولوں کی پھلیوں سے بنا ہوا مرونڈا تھا اور وہ بھی گرد و غبار میں اٹا ہوا۔ میں نے وہی خرید لیا کہ کچھ نہ ہونے سے تو بہتر ہے۔ میاں رفیع احمد صاحب کہنے لگے چھوڑو کیا خریدنے لگے ہو۔ لیکن میں نے ان کے منع کرنے کے باوجود خرید لیا اور بیگ میں سنبھال لیا۔ راستہ دشوار تھا اور جانا بھی دور تھا۔ پھر سندھ کی سڑکیں گوٹھوں میں تو پگڈنڈیاں ہوتی ہیں۔ ہم ٹانگہ میں سوار تھے۔ کوچوان کا گھوڑا بھی کمزور تھا۔ ابھی سفر کافی باقی تھا کہ بھوک ستانے لگی۔ میاں رفیع احمد صاحب کو زیادہ بھوک لگ گئی۔ وہ جو مجھے روک رہے تھے کہ یہ مرونڈا نہ خریدو، وہی کہنے لگے داؤد! نکالو وہ کہاں رکھا ہے؟ کھائیں۔ چنانچہ ہم نے وہی گرد و غبار والا مرونڈا بھوک کی شدت میں جھاڑ پھونک کر کھا لیا۔ پھر نہ پوچھو کہ وہ مرونڈا کتنا مزیدار تھا۔ فرمانے لگے کہ کوچوان بھی کہنے لگا مولوی صاحب پہلے تو آپ منع کر رہے تھے۔

یہ دلچسپ واقعہ حضرت میر صاحب نے ایسے خوبصورت انداز میں بیان کیا کہ بھوک اور خوراک کے لذیذ ہونے کی تعریف سمجھ آگئی۔ اور یہ مثال ساری زندگی یادگار کے طور پر میرے ساتھ رہی ہے۔ افریقہ میں سفر کے دوران ہم اسی نصیحت پر عمل کرتے۔ چھلیاں مونگ پھلی وغیرہ اپنے بیگ میں رکھتے جو کہ زادِ راہ ہوتا اور بھوک مٹانے کے کام آتا۔

اسی طرح ایک دفعہ میر صاحب نے فرمایا کہ جسم میں جو درد ہوتی ہے یہ بھی خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان کو پتہ ہی نہ لگے کہ کیا بیماری ہے اور کہاں ہے۔ درد سے بیماری کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اور اس کے مطابق دوالیں تو درد غائب ہو جاتی ہے۔ پھر فرماتے کہ جسم عالم صغیر ہے اسی لئے مبلغین کو آخری کلاس میں طب پڑھائی جاتی ہے تا میدانِ عمل میں کام آئے اور خدمتِ خلق میں بھی مفید ثابت ہو۔ دینی علم کے ساتھ طب کا علم بھی حاصل ہو جائے تو باعثِ رحمت ہے۔ افریقہ میں حضرت میر صاحب کے یہ ٹوٹکے بہت کام آئے۔ دوائیاں بیگ میں رکھنی پڑتی تھیں جو سر درد اور پیٹ درد وغیرہ کے کام آتیں۔ حضرت میر صاحب اپنے شاگردوں کو میدانِ عمل میں آنے والی مصیبتوں اور مشکلات سے آگاہ فرماتے۔ ان کی باتیں پلے باندھ لی تھیں جو میدان عمل میں کام آئیں۔ کس کس نصیحت کو لکھوں۔

فرماتے جماعتوں میں کسی کی بھی سائیڈ نہیں لینی۔ پارٹی بازی سے اجتناب کرنا اور نیوٹرل رہنا ہے۔ خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے وقار کو قائم رکھنا ہے۔ مالی امور میں کبھی involve نہیں ہونا۔ سوائے اس کے کہ مرکز یہ ذمہ داری ڈالے۔ اس صورت میں جماعت کا امین بننا اور پائی پائی کا حساب رکھنا۔ ورنہ مالی داغ کو دھونا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے دعاؤں کا خزانہ ہی اصل سرمایہ ہے۔ میدانِ عمل میں حضرت میر صاحب کی ہدایات نے رستے آسان کر دیے۔ جماعتوں میں محبت ملی اور عزت پائی۔ الحمد للہ

یہ سب کچھ صرف خدا کا فضل تھا۔ خلیفۂ وقت کی دعائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی برکات جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ساتھ رہی۔ الحمد للہ

27 اپریل 1973 کو خاکسار الارو مشن ہاؤس سے لیگوس مشن ہاؤس نائیجیریا میں جماعتی کام کے سلسلہ میں آیا ہوا تھا کہ ربوہ سے محترم اجمل شاہد صاحب امیر جماعت کو حضرت میر داؤد صاحب کی وفات کی افسوس ناک خبر موصول ہوئی اناللہ واناالیہ راجعون۔ انہوں نے ہمیں اطلاع دی۔ سب ہی گہرے غم میں کھو گئے۔ محترم نواب منصور خان صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ آپ کو خاندان کا فرد ہونے کی حیثیت سے دُہرا غم تھا۔ خاکسار کو بھی بہت غم تھا کہ ایک غمگسار محسن اس دارِ فانی سے کوچ کر کے دارِ جاودانی میں چلا گیا ہے۔ ہم سب کا یہ سانجھا غم تھا۔ اس لئے تعزیت اور اظہارِ ہمدردی کی کیفیت بھی ایسی تھی جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ تقدیر پر کسی کو بھی کوئی شکوہ نہیں تھا۔ سبھی راضی برضا اور دعا گو تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ ثالثؒ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور جماعت کو ایسے جاں نثار ملتے رہیں۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

مجھے چند روز پہلے ہی حضرت میر صاحب کا خط ملا تھا جس میں آپ نے اپنی صحت کے حوالہ سے لکھا تھا جس میں صحت کے غیر تسلی بخش ہونے کا اشارہ تھا بلکہ فکرمندی والی بات تھی اور دعا کی تحریک کی تھی۔

محترم میر صاحب کی وفات کے چند روز بعد برادرم ناصر شمس صاحب کا تفصیلی خط مع تصاویر ملا جس میں میر صاحب کی بیماری کی شدت، علاج معالجہ اور بعد وفات تجہیز و تکفین کی تفصیل بیان کی گئی تھی، کیونکہ ناصر شمس صاحب اور منیر بسمل صاحب کو میر صاحب کا قرب حاصل تھا اور انہیں غسل دینے کی سعادت بھی ملی تھی۔ انہوں نے آنکھوں دیکھا حال لکھا تھا جس سے صبر ملا اور دل سے دعائیں نکلیں۔ یقیناً میر صاحب کی روح اپنے بزرگوں کے پاس پہنچ کر زیادہ مطمئن ہو گی۔ یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ۚ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ۙ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ (الفجر: 28-30)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

ہو گا اور اگر وہ جھوٹا ہوا تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ جو مرضی سلوک کرنا، قتل کر دو یا جو چاہے کرو۔ اور پھر جب وہ وہاں گئے تو دیکھا تو سب کفار نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا کہ واقعی وہاں سوائے اللہ کے لفظ کے باقی سارے معاہدے کو دیمک کھا گئی ہے۔ چنانچہ وہ ختم سمجھا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر حصر قریش رسول اللہ ﷺ و بنی ہاشم فی الشعب)

اب بظاہر تو آپؐ کے سچا ہونے کی بات ابو طالب نے کی ہے۔ لیکن تمام سرداران قریش کا خاموش ہو جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کو بھی یقین تھا کہ آپؐ سچ کہنے والے ہیں، بلکہ یہ بھی یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا بھی سچا ہے جس نے یہ خبر دی ہے۔ لیکن خدا کو نہ ماننا، اس کے لئے تو تکبر اور ڈھٹائی تھی جو آڑے آتی تھی۔ کیونکہ اگر یہ یقین نہ ہوتا کہ واقعی کاغذ کو دیمک کھا گئی ہے یا ایسی کوئی بات ہے، خدا نے خبر دی ہے تو ہنسی مذاق میں ٹال سکتے تھے۔ لیکن بڑے سنجیدہ ہو کر سارے وہاں گئے۔

پھر ایک اور مخالف اور اس کی بیوی کی گواہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے گئے تو امیہ بن خلف ابوصفوان کے پاس ٹھہرے اور امیہ بن خلف شام جاتے ہوئے سعد کے ہاں مدینہ میں ٹھہرا کرتا تھا۔ بہرحال کہتے ہیں امیہ نے سعد کو کہا آپ انتظار کریں اور جب دوپہر ہو اور لوگ غافل ہو جائیں تو اس وقت عمرہ کر لینا۔ اس وقت کفار کے سامنے کھلے بندوں کر نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ اس دوران کہ جب سعد طواف کر رہے تھے ابوجہل آ گیا اور اس نے کہا کعبہ کا طواف کرنے والا کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا میں سعد ہوں۔ اس پر ابوجہل نے کہا تم کعبہ کا امن کے ساتھ طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ سعد نے کہا ہاں ہم نے ایسا کیا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے سے اونچی آواز میں باتیں کرنے لگے۔ اس پر امیہ نے سعد سے کہا ابو الحکم پر آواز بلند نہ کرو یہ اس وادی کا سردار ہے۔ سعد نے کہا اللہ کی قسم اگر تم نے مجھے طواف کرنے سے روکا تو مَیں تیری شام کے ساتھ جو تجارت ہے اس میں روک بن جاؤں گا۔ شام کے ساتھ تجارت اس کے رستے سے ہوتی تھی۔ اس پر امیہ، سعد سے کہنے لگا اپنی آواز بلند نہ کرو اور وہ ان کو پکڑ کر روک رہا تھا۔ اس پر سعد ناراض ہو گئے اور کہا مجھے چھوڑ دو۔ مَیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے انہوں نے کہا ہے کہ تم ان کے ہاتھوں قتل ہونے والے ہو۔ اس پر امیہ نے کہا: کیا مَیں؟ سعد نے کہا ہاں! اس پر امیہ نے کہا اللہ کی قسم محمدؐ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ نہیں بولتا۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرے یثربی بھائی نے مجھے کیا کہا ہے۔ اس نے کہا کیا کہا ہے۔ امیہ نے کہا اس نے کہا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ اس پر امیہ کی بیوی نے کہا۔ اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بولتے۔ پھر جب کفار مکہ کی فوج بدر کی طرف جانے لگی تو امیہ کی بیوی نے اس سے کہا کہ تجھے یاد نہیں، تیرے یثربی بھائی نے کیا کہا تھا۔ امیہ نے کہا میں آگے نہیں جاؤں گا۔ لیکن ابوجہل نے امیہ سے کہا کہ تم وادی کے معزز سرداروں میں سے ہو، زبردستی اس کو آگے لے گیا، اور ایک دو دن تک تو ساتھ رہو پھر واپس آ جانا۔ چنانچہ وہ ساتھ ہو لیا اور آخر وہیں بدر میں مارا گیا۔

(بخاری، کتاب المناقب۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

تو یہ دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر وہ دونوں میاں بیوی نہ صرف خوفزدہ ہو گئے تھے بلکہ یقین تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔ اور لاکھ بچنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر اسے بدر کے میدان میں لے گئی۔

(خطبہ جمعہ 11/ فروری 2005ء)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: صائمہ ناصر اہلیہ مبلغ سلسلہ کایا ریجن برکینا فاسو

ریجنل اجتماع لجنہ اماء اللہ کایا ریجن برکینا فاسو

اللہ تعالی کے فضل سے جماعت احمدیہ ایک ایسا الٰہی نظام ہے جس میں ہر طبقہ کے افراد کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہے جس میں قائم شدہ مختلف تنظیمیں گاہے بگاہے اپنے مختلف تعلیمی و تربیتی پروگرام منعقد کرتی رہتی ہیں اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ کایا ریجن برکینا فاسو کو مؤرخہ 19 تا 20 دسمبر 2020 اپنا ریجنل اجتماع منعقد کرنے کی توفیق ملی الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ اس اجتماع کی تیاریوں کے سلسلہ میں ریجنل صدر صاحبہ لجنہ نے اپنے وفد کے ساتھ مختلف جماعتوں کے دورے کئے اور تمام لجنہ کو بھر پور تیاری کے ساتھ اجتماع میں شمولیت کی دعوت دی اور ساتھ ساتھ اجتماع کے اخراجات کے سلسلہ میں مالی قربانی کی طرف بھی توجہ دلائی۔

مؤرخہ 19 دسمبر کی صبح مختلف جماعتوں سے لجنہ کے قافلے مشن ہاؤس کایا پہنچنا شروع ہو گئے جہاں انکے پہنچنے پر رجسٹریشن کی جاتی رہی اور آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا جاتا۔ دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد لوکل زبان مورے میں شرائط بیعت پر آڈیو سنائی گئی اسی شام 6 بجے نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اپنے وفد کے ہمراہ اجتماع میں شمولیت کے لیے پہنچیں تو مختلف جماعتوں سے آئی ہوئی لجنہ اور ناصرات نے مشن ہاؤس کے احاطے میں راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر انکا والہانہ استقبال کیا اور مسلسل لا الٰہ الّا اللّٰہ پڑھتی رہیں اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتی رہیں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد دینی معلومات کے مقابلے کروائے گئے اسکے بعد 8:30 بجے نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ

نے تمام لوکل اور ریجنل مشنریز کی بیگمات کے ساتھ میٹنگ کی جس میں انھیں اپنے واقف زندگی خاوندوں کے ساتھ ملکر تعلیمی اور تربیتی کاموں میں حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

مؤرخہ 20 دسمبر کا آغاز صبح 4:00 بجے نماز تہجد کی ادائیگی اور اسکے بعد نماز فجر اور درس قرآن سے کیا گیا جس میں سورہ نور کی آیت نمبر 32 کا لوکل زبان مورے میں ترجمہ اور تفسیر پیش کی گئی۔ اسکے بعد لجنہ و ناصرات کے ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے اور پھر ناشتہ کے بعد پرچم کشائی کی گئی جس میں جماعت احمدیہ کا جھنڈا اور برکینا فاسو کا قومی جھنڈا فضا میں بلند کیا گیا اور اس دوران لجنہ و ناصرات مختلف نعرے فضا میں بلند کرتی رہیں اسکے بعد تلاوت قرآن سے اجتماع کے اجلاس کا آغاز کیا گیا تلاوت اور نظم کے بعد ریجنل صدر لجنہ نے تمام مہمانوں اور مہمانان خصوصی کو خوش آمدید کہا جسکے بعد اجتماع کے موضوع ”مسلمان عورتوں کا لباس اور طرز زندگی“ کے متعلق ایک تقریر کی گئی اور اسکے بعد تلاوت قرآن، حفظ، نظم، اور تقریری مقابلے کروائے گئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام جماعتوں نے ان مقابلہ جات میں بھر پور حصہ لیا اور ان مقابلہ جات کے اختتام پر ریجنل صدر صاحبہ لجنہ نے تمام شاملین کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے اس اجتماع کو کامیاب بنانے میں ہر طرح سے مدد کی اور مہمانان خصوصی صدر لجنہ نیشنل اور انکے وفد کا بھی شکریہ ادا کیا جنھوں نے اجتماع میں شامل ہو کر ہماری حوصلہ افزائی کی۔ اس اجلاس کے اختتام پر مختلف مقابلہ جات میں پوزیشنز حاصل کرنے والی لجنہ و ناصرات میں انعامات تقسیم کئے گئے بعد ازاں نیشنل صدر صاحبہ لجنہ نے اختتامی دعا کروائی اور تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اجتماع میں شمولیت کی اور اجتماع کے اخراجات کے لیے بھر پور مالی قربانی بھی کی اس اجتماع کے اخراجات کی تمام رقم کایا ریجن کی لجنہ نے خود اکٹھی کی جو کہ تقریباً 1,65000 فرانک سیفا بنتی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اجتماع کی مجموعی حاضری 108 تھی جن میں غیر از جماعت لجنہ بھی شامل تھیں جو مشن ہاوس کے قریب رہتی ہیں انھیں بھی دعوت دی گی تھی خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان تمام شاملین اور قربانی کرنے والوں کے اموال ونفوس میں برکت دے اور انکو انکے ایمان اور خلافت سے محبت میں ہمیشہ بڑھاتا چلا جائے۔ آمین

طلوع وغروب آفتاب

28جنوری2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	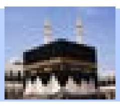	05:40	18:08
مدینہ منورہ	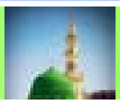	05:44	18:04
قادیان	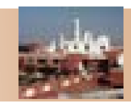	06:00	17:59
ربوہ		05:40	17:39
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:16	16:47